70

جرأت اور موقع شناسی سے کام لینا چاہئے

(فرمودہ ۱۴- اکتوبر ۱۹۳۲ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

چونکہ کام کی زیادتی کی وجہ سے دیر ہو گئی ہے اس لئے میں اختصار کے ساتھ صرف چند باتیں بیان کروں گا۔ پچھلے دنوں ہماری جماعت نے یوم التبلیغ منایا ہے۔ میں اس دن کی کارروائی اور اس کے اثرات کے متعلق تو بعد میں کسی وقت اپنے خیالات کا اظہار کروں گا لیکن اس وقت اس مناسبت سے ایک نہایت مختصر بات جماعت کی راہنمائی کے لئے بیان کر دیتا ہوں۔

یہ زمانہ اپنے ساتھ کئی طرح کی ترقیات، کئی قسم کی خرابیاں اور نقائص رکھتا ہے۔ جہاں اس زمانہ میں علمی ترقی ہوئی ہے وہاں اس زمانہ کے لوگ اخلاق کے پہلو بلکہ اس کی بعض حدود کو توڑ کر ایک جہت کی طرف راغب ہو رہے ہیں اور اپنے تمدن کو بلند کرنے کی طرف بڑی سرعت سے گامزن ہیں۔ اور جس تمدن کو وہ ترقی دینا چاہتے ہیں اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ انسان کو بہت زیادہ مہذب ہونا چاہئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ ایک نہایت ہی اعلیٰ چیز ہے اور اسلام نے اس پر بہت زور دیا ہے لیکن آج کل کا تمدن تہذیب کے ایسے ایسے معنے کرتا ہے جس کے ماتحت تہذیب تہذیب ہی نہیں رہتی۔ مثلاً آج کل کی تہذیب کے نکات میں سے ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ انسان کسی دوسرے کو ایسی بات نہ کہے جو اس کی تکلیف اور دل شکنی کا موجب ہو اور اسے وہ ناگوار گذرے خواہ وہ بات فِی نَفْسِہٖ کتنی سچی، ضروری اور اہم کیوں نہ ہو۔ مثلاً سچائی اور صداقت ہی کو لو اس کا بیان کرنا بھی بعض لوگوں کو سخت ناگوار ہوتا ہے اور وہ پسند نہیں کرتے کہ ان کے عقائد اور خیالات کے خلاف کوئی بات کہی جائے بلکہ میں نے دیکھا ہے حکومت کے بعض آفیسرز

بھی اپیل کر دیتے ہیں کہ اگر آپ اپنے مذہبی خیالات کا اظہار نہ کیا کریں تو بہت اچھا ہے۔ حالانکہ صداقت کے حامل اور سچائی سے بھرے ہوئے مذہبی خیالات کا اظہار تو ایک دوائی ہے اور دوائی بھی شاید کڑوی اور لوگ آسانی اور دلی رغبت سے اسے لینے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ لیکن کیا محض اس لئے کہ بیمار دوائی کو دلی خوشی اور رغبت سے نہیں پیتا' ڈاکٹر جو اس مریض کی زندگی اس میں دیکھتا ہے وہ دوائی دینا بند کر دے گا۔ کون عقلمند اس کو پسند کرے گا کہ بچے کو رونے سے بچانے کے لئے اسے آگ کے ساتھ کھیلنے دیا جائے۔ کیا ایسے وقت میں جبکہ بچہ آگ کی طرف جانے کے لئے ضد کرے ایک شفیق باپ اس امر کو مد نظر رکھے گا کہ بچے کا دل میلا نہیں کرنا چاہئے اور اس کی خواہش کے مطابق اسے آگ میں پڑنے دیا جائے یا وہ بچے کے چیخنے چلانے کے باوجود اس کو آگ کی طرف جانے سے روک دے گا۔ غرض سچے مذہبی خیالات بھی دنیا کی روحانی بیماریوں کا علاج ہیں۔ پس دنیاوی ظلمتوں میں گھرے ہوئے اور روحانی اور اخلاقی بیماریوں کے مریضوں کی ناپسندیدگی کے باوجود میں اپنی جماعت کے لوگوں کو کہتا ہوں کہ ان کا فرض ہے کہ وہ یہ مجرّب نسخہ ایسے لوگوں کو دیں اور نہ یہ کہ ایک دفعہ دے کر بند کر دیں بلکہ اس عقلمند ڈاکٹر کی طرح جو اپنے مریض کو اس وقت تک دوائی دینا بند نہیں کرتا جب تک اسے صحت نہیں ہو جاتی اسی طرح آپ بھی ایسے لوگوں کے کانوں میں اپنے خیالات ڈالتے رہیں یہاں تک کہ ان کو دنیاوی آلائشوں سے پاک و صاف کر دیں۔ بے شک یہ کام آسان نہیں بلکہ اپنی تکمیل کے لئے ایک قسم کے جنون کو چاہتا ہے۔ جب تک دیوانہ وار انسان اس کام نہ لگ جائے اور پاگلوں کی طرح اپنے ان خیالات کو جو سچے ہیں پھیلانے میں مشغول نہ ہو جائے' اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔

دیکھو انبیاء کو ہمیشہ مجنون کہا گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا واقعی وہ مجنونوں والی باتیں کرتے تھے نہیں بلکہ وہ اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے دیوانہ وار لگ جاتے تھے۔ اور ایسے نڈر ہو کر اور فوق العادت ہمت و استقلال سے تبلیغ کرتے تھے کہ لوگوں کو اچنبہ ہوتا تھا لیکن چونکہ اس حقیقت کی انہیں خبر نہ ہوتی تھی کہ خدا کی مدد سے یہ ایسا کر رہے ہیں اس لئے اس کی کوئی اور توجیہہ نہ پا کر یہ کہہ دیتے تھے کہ مجنون ہے۔ اگر انبیاء اس جنون سے کام نہ لیتے تو دنیا ہدایت سے محروم رہ جاتی۔ پس سچے مذہبی خیالات کو پھیلانے کے لئے ایک قسم کے جنون کی ضرورت ہے لیکن ایسی دیوانگی نہیں جو کام کو ہی خراب کر دے بلکہ ایسا جنون جس کے متعلق کہا جائے دیوانہ بکار خویش ہوشیار۔ ایسے موقع پر مجھے حضرت خلیفہ اول کی زندگی کا ایک واقعہ یاد آ جایا کرتا ہے۔ ایک شخص

آپ کی مجلس میں آیا۔ وہ کچھ دنیاوی وجاہت رکھتا تھا۔ اس وقت اس نے جو شلوار پہنی ہوئی تھی اس کے پہنچے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہے تھے۔ ایک اور شخص جو اس وقت وہاں بیٹھا تھا اور جو مذہبی جنون تو رکھتا تھا لیکن ایسا جنون نہیں جو "بکار خویش ہوشیار" ہوتا ہے۔ اس نے هٰذَا فِی النَّارِ کہتے ہوئے اپنی مسواک اس شخص کے ٹخنوں پر ماری اور کہا مسلمان ہو کر اپنے پاجامے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکاتے ہو۔ تمہیں نہیں پتہ ہمارے رسول کریم ﷺ نے اس کی ممانعت کی ہے۔ وہ شخص مذہب سے بالکل لاپرواہ تھا اور صرف نام کا ہی مسلمان تھا بلکہ اپنے مسلمان کہلانے کو اسلام پر احسان سمجھتا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ اس احسان سے بھی دست بردار ہو گیا اور غصہ سے کہنے لگا کس بے وقوف نے تمہیں بتلایا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ غرض تبلیغ کے لئے بعض وقت جنون کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے لیکن جیسا میں نے بتلایا وہاں ویسا جنون ہی مفید ہوتا ہے جو مطلب کے وقت کمال ہوشیاری اور عقلمندی کو ظاہر کرنے والا ہو۔ آنحضرت ﷺ کو لوگ مجنون تو کہتے تھے لیکن یہ دیکھ کر کہ آپ نہایت فرزانگی اور عقلمندی کے طریقوں سے تبلیغ کرتے اور اسلام کی طرف بلاتے ہیں کہتے تھے دیوانہ تو ہے لیکن موقع شناس خوب ہے۔ چنانچہ آپ کی موقع شناسی کا ایک یہ واقعہ بھی احادیث میں آیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ کو اطلاع ملی کہ کفار کی طرف سے ایک سردار آرہا ہے تو آپ نے حکم دیا کہ قربانی کے تمام جانور ایک جگہ جمع کرو اور فرمایا اس شخص کو میں جانتا ہوں۔ مکہ کی عظمت اور عزت ہمیشہ اس کے پیش نظر رہتی ہے۔ ضرور ہے کہ قربانیوں کی یہ کثرت اس پر اثر انداز ہو۔ چنانچہ یہی ہوا جب وہ شخص آپ کے ڈیرے پر پہنچا تو اونٹوں کا ایک لمبا سلسلہ دیکھ کر پوچھنے لگا یہ جانور کیسے ہیں۔ جب اسے بتلایا گیا کہ یہ قربانی کے جانور ہیں تو اس پر بے حد اثر ہوا اور واپس جا کر اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا میرا مشورہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا تم مقابلہ نہ کرو یہ کعبہ کی بہت عزت کرتے ہیں اور اس کے لئے بہت سی قربانیاں لائے ہیں۔ اگر تم ان کی مخالفت کرو گے تو میں دیکھتا ہوں کہ خدا کے عذاب میں مبتلاء ہو جاؤ گے۔ اب دیکھو بظاہر کتنی چھوٹی سی بات تھی لیکن معمولی سی موقع شناسی نے کتنا اہم نتیجہ پیدا کر دیا اور اس میں جھوٹ بھی کوئی نہیں تھا واقعی وہ تمام قربانی کے جانور تھے۔ صرف ان کو اکٹھا کر دیا گیا تھا۔ غرض تبلیغ کے لئے عقلمندی میں ڈوبے ہوئے جنون کی ضرورت ہے۔ اور جہاں عقائد کی اشاعت کا سوال ہو وہاں اس مغربی تہذیب کے زیر اثر کہ شاید ہمارے اظہار حق سے اس شخص کا دل میلا ہو، اس کی اشاعت سے رُک نہیں جانا چاہئے۔ کیونکہ اگر ایسے موقعوں پر ہم اپنے عقائد کو

پھیلانے سے رُک گئے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جو امانت خدا تعالیٰ نے ہمیں دی ہے وہ تمہارے ساتھ ہی چلی جائے گی۔ اور اس طرح اس شخص کے ساتھ ہم بھلائی کرنے کی بجائے دشمنی کرنے والے ٹھہریں گے۔

پس اپنے سچے خیالات کی اشاعت کے لئے ایک طرف جنون ہونا چاہئے اور دوسری اس چیز کی بھی ضرورت ہے کہ مزاج دیکھ لیا جائے۔ یعنی یہ نہیں خیال کرنا چاہئے کہ تبلیغ تو کرنے لگا ہوں کہیں اس شخص کا دل میلا نہ ہو جائے۔ بلکہ یہ سوچنا چاہئے کہ آیا میری اس وقت اور اس طرح کی تبلیغ کہیں اس کو ہدایت سے بالکل ہی تو محروم نہیں کر دے گی جس طرح بے موقع اور نامناسب طور پر مسواک مارنے پر وہ شخص ظاہری طور پر مسلمان کہلانے سے بھی انکار کر بیٹھا تھا۔

پس ہمیں دیوانگی اور فرزانگی ہر دو چیزوں کی پہلو بہ پہلو ضرورت ہے۔ نہ تو عقلمندی کے ماتحت مصلحت ہی مصلحت ہمارے پیش نظر ہو اور نہ ہی مخفی جنون کے پیچھے چل کر یہ ہونا چاہئے کہ دوسرے کا فائدے کی بجائے نقصان ہو جائے۔

(الفضل ۲۹ نومبر ۱۹۳۲ء)